کوہاٹ میں اُردو شاعری کا ارتقا

Evolution of Urdu Poetry in Kohat

بادشاہ منیر بخاری / اجمل خان بصر

Abstract

In Urdu Literature, poetry has been given great value than Prose and the former started first too. But in Kohat both, prose and poetry took start at the same time in Sixteenth Century, when Bayazid Ansari started work on literary writings and composition for spreading his beliefs in that region. He was an author (prose writer)as well as a poet. In this research the outset and evolution of poetry in Kohat will be discussed. This aspect will be to evaluate that how much affected the whole literary evolution by the literary evolution of Kohat.

اُردو ادب میں نظم و نثر کے آغاز وارتقا کے تقابلی حوالہ سے نظم کا پلڑا ہمیشہ بھاری رہا ہے اور اس کا آغاز ہمیشہ نثر سے پہلے ہوا ہے، لیکن یہ فوقیت خطّہ کوہاٹ میں اِس زبان کے ادب میں نظر نہیں آتی۔ راقم کا دعویٰ ہے کہ یہاں دونوں اصناف کا ظہور بیک وقت ہوا کیوں کہ بایزید انصاری نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ اُردو زبان کا شاعر بھی تھا۔ اس مد میں اگرچہ اُس کا ایک آدھ شعر ہی منظرِ عام پر آیا ہے۔ گوہر رحمان نوید نے اُن کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

سچا بول بایزید کا جو بیناوی کوی چو مرنی پیر پہلے وی پر نہ مری سوی 1

مگر یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے اور بعد از تحقیق پتہ چلا ہے کہ وہ شاعر تھا۔ چونکہ پیرِ روشن کی زندگی کا زیادہ عرصہ علاقہ تیراہ بنگش (کوہاٹ) میں گذرا ہے اور بعض محققین تو اس کا تعلق باقاعدہ طور پر کوہاٹ سے جوڑتے ہیں۔ لہٰذا راقم اِس خطّہ کا شعری سفر سولہویں صدی عیسوی سے شروع کرے گا جب بایزید انصاری نے "تحریک روشنیہ" کا آغاز کر دیا تھا اور تحریک کے تبلیغ کے لیے کئی زبانوں (بشمول اُردو) میں نثر و نظم لکھی۔ اُن کی شاعری بھی نثر کی طرح مشکل الفاظ کی بھرمار اور دیگر زبانوں کے الفاظ کو استعمال کرنے کے زیرِ اثر مشکل سے سمجھ میں آتی ہے مگر حقیقتاً وہ اُردو زبان کا شاعر تھا اور خطّہ کوہاٹ کو اس ناطے بھی اولیت کا شرف حاصل ہے۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں مسلّم الثبوت اُستاد اور صاحب دیوان شاعر قاسم علی خان آفریدیؔ منظرِ عام پر آئے جن کے آباؤاجداد کا تعلق سلطان خیل درّہ آدم خیل (ایف آر کوہاٹ) سے تھا جو آفریدی قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ قاسم علی خان آفریدیؔ کا مجموعہ کلام جس میں پشتو اور فارسی شاعری کے علاوہ اُردو کی کم و بیش دو سو غزلیات شامل ہیں، اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ اُن کی زبان صاف، شریں اور سلیس ہے۔ اُن کا کلام بلند پایہ، سلجھاہوا اور رواں ہے۔ اُن کے اشعار میں سادگی کے ساتھ ساتھ شستگی اور جدیدیت ہے۔ اُس دور کے دیگر اُردو شعراء کی نسبت اُن کے کلام میں دیگر زبانوں کے الفاظ اور مشکل پن نہیں ہے۔ اُن کے کلام کے محاسن کے حوالے سے احمد پراچہ لکھتے ہیں:

"اُن کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اُن کے ہاں افغانی مزاج ملتا ہے جو اُردو کا ملی مزاج ہے............ اُن کے کلام میں ایک عاشقانہ تمکنت ہے۔ شان ہے اور وقار ہے۔" 2

ہر دلعزیز شخصیت کے مالک اور اُردو کے کہنہ مشق شاعر جلیل آلودھی ۱۹۰۶ء میں اورکزئی (کوہاٹ) میں پیدا ہوئے۔ ایئر فورس میں ملازمت کی۔ پنشن لینے کے بعد کراچی میں رہائش اختیار کی اور ۱۹۶۶ء میں وفات پائی۔ وہ اُردو زبان کے اچھے شاعر تھے مگر افسوس ہے کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کا سارا کلام اُن کا کوئی چاہنے والا اُن کے گھر سے لے گیا اور آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون کم ظرف تھا جس نے کوہاٹ کے اُردو شاعری کے اِس تابندہ شاعر کے کلام سے اہلِ کوہاٹ کو محروم کر دیا۔ لے دے کے اُن کی شاعری کا بہت کم حصّہ جو اُن کے معاصر شعراء کو زبانی یاد تھا اُس کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اُن کے اِن چند اشعار سے اِس امر کا ادراک ہوتا ہے کہ اُن کی شاعری پختہ ہے۔ اُس میں سادگی اور سلاست پائی جاتی ہے۔ لفظی اور معنوی آلائشوں سے پاک ہے اور جدیدتیت کی پروردہ ہے۔

خطّہ کوہاٹ میں اُردو کی شعری خدمات کے حوالے سے ازہرؔ القادری کا نام سرِفہرست ہے جو نہ صرف اُردو بلکہ فارسی زبان کے قادرالکلام شاعر ہیں۔ اُن کا شمار سنئیر شعراء میں ہوتا ہے۔ صاف ستھری زبان کے ساتھ رواں کلام تخلیق کرتے ہیں اور کوہاٹ کی انجمنوں کے زیرِ اہتمام منعقدہ اکثر مشاعروں میں نظر آتے۔ چونکہ مذہبی آدمی تھے لہٰذا اُن کی شاعری پر بھی مذہبی رنگ غالب ہے۔ وہ بنیادی طور پر غزل گو ہیں مگر منقبت اور نعت بھی لکھتے ہیں۔ اُن کی شاعری کا رنگ عمومی ہے۔ عربی اور فارسی کی آمیزش اُردو میں خوب کرتے ہیں۔ صنعت توشیع میں مہارت رکھتے ہیں اور اِس فن پر مکمل قدرت رکھتے ہیں۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران دشمن کی طرف سے کوہاٹ پر بمباری سے اُردو زبان کی کم عمر شاعرہ مس ریاض اخترؔ قریشی بھی شہادت کا درجہ پا گئی تھیں۔ وہ تحریک آزادی کے سرخیل مشہور دانشور اور عالمِ دین مولانا احمد گل کے خاندان سے تعلق رکھتی

تھیں۔ مس ریاض اخترؔ نے شاعری کا وصف خداداد پایا تھا، وہ اچھے اشعار کہہ لیتی تھیں۔ اگرچہ وہ نوعمر تھی مگر اُن کی شاعری میں دکھ درد اور رنج والم کی فراوانی تھی۔ وہ کرب کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر اشعار تخلیق کرتی تھیں اور محسوس ہوتا ہے کہ جیسے انہیں اپنی بے وقت موت کا پہلے سے علم ہو چکا تھا ورنہ اِس نوخیز شاعرہ کے لہجے میں اتنی کربناکی اور سوز نہ ہوتا۔

"اُس کی شاعری میں درد، کسک اور سوز کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ میرؔ کی طرح اُس کے ہاں بھی قنوطیت کا اثر غالب ہے۔"3

وہ اگر مزید کچھ عرصہ زندہ رہتی تو اُردو شاعری کے حوالے سے خطّہ کوہاٹ کے ادب میں اعلیٰ مقام کی حامل آواز ہوتی۔

ادبی دنیا میں آذر سرحدیؔ کے نام سے شہرت پانے والے وزیر محمد کے آباواجداد کا تعلق کوہاٹ سے تھا۔ اُنہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی ہی سے شعر و شاعری کا ذوق تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ مطالعہ وسیع ہونے کے باعث خود بھی اشعار کہنے لگے اور اِس خطّے میں اُردو شعری ادب کے ارتقاء کو بہت وسعت دی۔ وہ اُردو کے نامور شاعر سیماب اکبر آبادی کے چہیتے شاگرد تھے اِس لیے نہ صرف شعر و شاعری میں بلکہ شخصیت میں بھی سیمابی وصف رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے ۱۹۴۲ء میں فلم "جگنو" کے لیے گیت لکھے جو شہرت دوام حاصل کر گئے مگر جلد ہی وہ فلمی گیت نگاری سے کنارہ کش ہو گئے۔ اُن کی شاعری میں بے تکلّفی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ زباں پر قدرت رکھنے کے باعث نہایت سہل اشعار تخلیق کرتے جو زبان زدِ خاص و عام ہوتے۔ کوہاٹ کی ادبی انجمنوں کے تحت منعقدہ تقریبات میں بہت کم شریک ہوتے۔ اُن کی شاعری فنی نقطۂ نظر سے بے مثال ہے اور عیب تناز، تکرار الفاظ اور طوالت و اضافت سے پاک ہے۔

زندگی کے تصورات اور خیالات کو موزوں اور دلآویز طریقے سے اشعار کی صورت میں بیان کرنے والے سید دلبر شاہ کا ادبی مقام کوہاٹ کی ادبی تاریخ میں سرِفہرست ہے۔ وہ غزل گو شاعر ہیں۔ اُن کا کلام پُرتاثیر، دلکش اور شعریت سے بھرپور ہے۔ وہ حساس دل و دماغ کے مالک تھے اِس وجہ سے اُن کی شاعری پر نازک خیالی اور حساسیت کی پرچھائیاں چھائی ہوئی ہیں۔ اُن کا اسلوبِ بیاں منفرد، اندازِ فکر نرالا، لہجہ سلجھا ہوا اور نکھرا ہوا ہے۔ چونکہ وہ نبیرۂ حاجی بہادرؒ تھے اِس لیے اہلِ کوہاٹ اُنہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، وہ مشاعروں میں بہت کم شریک ہوتے تھے مگر جس مشاعرے میں قدم رنجہ فرماتے، محفل لوٹ کر واپس آتے تھے۔ اُن کا کلام

آلائشوں سے پاک اور تقلیدی نہیں ہے۔وہ کبھی روایت کے شکار نہیں ہوئے۔اُن کا کلام پڑھنے سے یک گونہ فرحت اور تازگی کا احساس ہوتا ہے اور حلاوت کے ساتھ ساتھ نغمگی پائی جاتی ہے۔

''اُن کا کلام سامع اور ناظر کو متاثر کیے بغیر نہیں رہتا۔اُن کے کلام کی دلکشی شیرینی،روانی اور شعریت دیکھتے ہوئے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اُن کا کلام ایک حساس دل و دماغ کی پیداوار ہے۔''4

غلام حیدر اختؔر پراچہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔وہ ادیب، سیاسی کارکن، صحافی اور پُر گو شاعر تھے۔وضع دار طبیعت کے مالک، اہلِ کوہاٹ کے محسن اختؔر پراچہ نے تقریباً ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔بنیادی طور پر نظم گو ہیں لیکن حمد، نعت، مناجات، قصیدہ اور مرثیہ میں طبع آزمائی کی ہے۔اُن کا کلام گوناگوں خصوصیات کا حامل ہے۔وہ دلی جذبات واحساسات کا اظہار موزوں کلام میں خوب کرتے ہیں۔اکثر مشاعروں میں شرکت کرتے اور بلند آہنگ،نادر کلام کے باعث ناظرین وسامعین دم بخود رہ جاتے۔تکرارِ لفظی اور محاکات کے باعث اُن کی شاعری انفرادی نوعیت کی حامل ہے۔وہ شریں سخن اور قادرالکلام ہیں۔عوامی شاعری کرنے کے باعث کلام پُر زور۔زبان سلیس، آواز خطیبانہ اور اندازِ بیاں پُر اثر ہے۔اختؔر صاحب کے کلام میں روز مرہ ومحاورہ،صنائع بدائع کا بجا استعمال روانی اور سلاست کے ساتھ ساتھ حد درجہ چاشنی ملتی ہے جس نے کلام کو شہرتِ دوام عطا کیا ہے۔

کوہاٹ میں اُردو کی شعری خدمات کے حوالے سے صوفی فضل علی فضلؔ کا نام بھی جانا پہچانا ہے۔جو اکثر مشاعروں میں طرحی مصرہ پر غزل کہہ لیا کرتے تھے۔وہ شعر کہتے ہوئے ایک سماں باندھ دیتے تھے جس سے اہلِ محفل سحر زدہ ہو جاتے تھے۔تقسیم سے قبل ہندوستان کے معیاری رسائل وجرائد میں اُن کا کلام گاہے بگاہے چھپتا رہا۔اُنہوں نے لکھنؤ سے شائع ہونے والے جریدے ''الاسلام'' کی ادارت بھی کی۔افسوس ہے کہ اُن کی وفات کے بعد اُن کی اولاد نے فضل علی فضلؔ کے شعری سرمایہ کی قدر نہ کی اور بے کار سمجھ کر ضائع کر دیا۔

افسر الشعراء آغا برقؔ کوہاٹی بچپن ہی سے شعری ذوق رکھتے تھے اور اشعار موزوں کرتے تھے۔وہ اُردو اور فارسی کے قادرالکلام شاعر ہیں۔حضرت تاجور نجیب آبادی کے شاگردِ خاص تھے اس لیے اُن کی شاعری پر اُستادِ موصوف کے رنگ کا اثر نمایاں ہے۔اُن کی اُردو شاعری میں بڑی سلاست ہے اور بامحاورہ زبان کا استعمال کیا ہے۔وہ شاعری میں جدید رجحانات کے قائل نہیں ہیں بلکہ قدیم

اساتذہ کی روایت کے پابند اور رنگِ سخن کے مقلّد ہیں۔ گوہر رحمان نویدؔ، سید فارغ بخاری کے حوالے سے اُن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"اُن کے کلام میں مصحفیؔ کی معاملہ بندی اور داغؔ کا روزمرہ ملتا ہے۔غالبؔ کی بلند خیالی اُن کے حصے میں نہ آسکی البتہ میرؔ کی نشتریت کہیں کہیں ملتی ہے۔" 5

اُنھوں نے غزل، رباعی، نظم، مسدّس اور قطعہ سب کچھ لکھا مگر بنیادی طور پر غزل گو شاعر ہیں۔ اُنھوں نے اپنی غزلوں میں صاف ستھری محبت کے وہ نقوش چھوڑے ہیں جن کی مثال اُن کے ہمعصر اور بعد میں منظر عام پر آنے والے شعراء پیش نہیں کر سکے ہیں۔ اُن کا کلام اُلجھاؤ سے پاک، تصنع سے مبرّا اور دلنشین ہے۔ وہ جب بسلسلہ ملازمت پشاور میں ہوا کرتے تو وہاں مختلف انجمنوں کے زیر اہتمام منعقدہ ادبی محافل میں باقاعدگی سے شریک ہوتے اور اپنا کلام پیش کرتے۔ اُنھوں نے اُس وقت کئی انجمنوں کی سرپرستی فرمائی اور کئی ایک کے عہدیدار رہے۔ جب مستقل طور پر کوہاٹ تشریف لے آئے تو یہاں کے ادبی ماحول میں ایک نیا ولولہ اور ترنگ پیدا کی۔ برقؔ صاحب اپنی شاعری میں عام فہم الفاظ موزوں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے کلام میں جاذبیت کے ساتھ ساتھ تغزل اور حسن بھی پایا جاتا ہے۔

کوہاٹ کے ادبی کاروان کے سالار عزیز اخترؔ وارثی ایک خوش فکر شاعر تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل کوہاٹ کے اکثر شعراء دبستانِ سیمابؔ اکبر آبادی کے ساتھ وابستہ تھے۔ اخترؔ وارثی بھی اُنہی میں سے ایک تھے۔ اُردو زبان و ادب کے فروغ کے حوالے سے اُس دور میں اِس خطّے میں جتنے بھی ادبی ادارے سرگرم رہے اُن سب میں اخترؔ وارثی کا عمل دخل تھا۔ وہ ہمہ جہت ادیب ہیں۔ شاعری میں کمال کی نازک خیالی کے باوصف رومان انگیز اور پیار کے خمیر سے گندھے ہوئے اشعار تخلیق کرتے ہیں۔ اُن کے فکر و نظر پر تخیلی اثرات غالب ہیں، اِس کے ساتھ ساتھ اُن کا رنگِ سخن شوخ و شنگ بھی ہے۔ وہ رجائیت پسند ہیں اور ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ غزل اُن کی طبیعت کو بہت راس آتی ہے مگر دیگر اصنافِ سخن میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ خصوصاً اُن کی موضوعی، مقصدی اور تخیلی نظمیں لاجواب ہیں جن میں عصری تقاضوں کے جملہ مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ وہ بنیادی طور پر غزل کا مزاج جانتے ہیں۔ فارغ بخاری کے بقول

"فکر و نظر کی وسعت کے ساتھ ساتھ صداقتِ اظہار اور اسلوب کی حلاوت سے اُس نے اپنے ہم عصر غزل گو شعراء میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ وہ غزل کے تقاضوں کا شعور رکھتا تھا اور اِنہیں برتنے کے فن سے بھی بہرہ ور تھا۔" 6

وہ ایک انسان دوست شاعر ہیں۔ اُنہوں نے ہمیشہ ہنگامی موضوعات کو مشقِ سخن بنایا ہے اور شاعری کے ذریعے ملکی و ملّی تقاضوں کو قوم کی نظروں میں نمایاں کرنے کی کامیاب سعیٔ کی ہے جس کی بنا پر تاریخِ سخن میں اُن کا نام ہمیشہ نمایاں رہے گا۔

شاعرِ شباب جمیل رازؔ بنگش دیگر کوہاٹی شعراء کی طرح ''سیمابی دبستان'' کے پروردہ نہیں تھے بلکہ اخترؔ شیرانی کے حلقہ تلمذ میں داخل تھے کیونکہ وہ خود جمالیات کے شاعر تھے۔ اُن کا کلام حسین جذبات، شریں خیال اور مظاہر فطرت کی دلکش بیان کا آئینہ دار ہے۔ وہ انفرادیت پسند ہیں اور یہی رنگ اپنی شاعری میں دیکھنے کے خواہاں رہتے ہیں۔ وہ بنیادی طور پر ایک رومانی شاعر ہیں چنانچہ اُن کی غزل اور نظم دونوں میں رومانی عناصر کی فراوانی ہے۔ جمیل رازؔ بنگش کے اُس دور کی شاعری میں اخترؔ شیرانی کے فکر کی رنگینیوں کی بہار تھی اور شعراء کا جواں طبقہ اسی رنگ کو پسند کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بھی اخترؔ شیرانی کے دبستانِ فکر کے ساتھ منسلک ہوگئے۔ اُن کے ساتھ خط و کتابت بھی کرتے اور مشورہ سخن بھی لیتے۔ اُن کی آدھی حیات کی شاعری جواں اُمنگوں، محبوب کے حسین سراپے اور رومان کی شاعری ہے۔ آخری عمر میں قدامت پرست ہوگئے اور مذہب کے رنگ میں ایسے رنگ گئے کہ ادبی محافل اور مشاعروں میں جانا تو درکنار سرے سے ادب سے ناطہ ہی توڑ دیا۔

اُردو اور پشتو زبانوں میں طبع آزمائی کرنے والے منشی بلال احمد ملالؔ ایک درویش منش صوفی شاعر ہیں۔ ادبی محفلوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے والے باہمت انسان تھے جن کے دم قدم سے کوہاٹ کا ادبی عہد درخشندہ و تابندہ ہے۔ ملالؔ صاحب کو اُردو زبان پر خاصا عبور حاصل تھا اور اُنہوں نے اِس زبان کے ادب کی ترویج کے لیے خاصا کام کیا۔ اُنہوں نے تقریباً ایک صدی کے واقعات و مشاہدات، معمولات و تخیلات کو اشعار کی مالا میں پرو دیا ہے۔ اُن کی شاعری کا بیشتر حصّہ صوفیانہ کلام پر مشتمل ہے جس میں وعظ و نصائح کے علاوہ معاشرتی ناہمواریاں، سماجی برائیاں اور ناانصافیاں اُن کی موضوعات رہی ہیں۔ وہ نعت گو شاعر بھی ہیں۔ اُنہوں نے جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ اُن کا کلام صاف ستھرا اور پختہ ہے۔ اگرچہ روزمرہ اور محاورہ کے نقطہ نظر سے اتنا فصیح نہیں مگر شاندار، کثیر الاستعمال اور زوردار الفاظ کے استعمال سے اُن کا کلام جاندار اور پُر تاثیر ہو گیا ہے اور ایک خاص رنگ اختیار کر گیا ہے اور اقتضائے حال کے موافق ہے۔ ملالؔ صاحب کی شاعری میں الفاظ کے سلسلے میں بلاغت اگرچہ انتہا درجے کی ہے مگر راقم کی تحقیق کے مطابق یہ اُن کے شاعرانہ کمال کا اصل معیار نہیں بلکہ معانی کی بلاغت اُن کا اصلی جوہر ہے۔

دبستانِ سیماب اکبر آبادی کے رکن، انجمن ترقی اُردو کے تاحیات صدر سید عطوف شفیقؔ کا شمار کوہاٹ کے قلم قبیلہ میں ایک ایسے ناخدا کا ہے جس نے نصف صدی تک ادبی ناؤ کو کھینچا اور شعر و ادب پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ وہ نثر کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری بھی کرتے تھے۔ پیشہ ورانہ مصروفیات کے باوجود ادبی محافل اور مشاعروں میں باقاعدگی سے شریک ہوتے تھے۔ اُنہیں شاعری سے عشق

کی حد تک لگاؤ تھا۔ وہ ایک باذوق اور سخن فہم ادیب ہیں۔ اُنھوں نے ادب کے میدان میں نئی نسل کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جس کے باعث وہ شعراء وادباء میں عزت و تکریم سے دیکھے جاتے ہیں۔ اُن کا ماضی کے ادب سے گہرا تعلق ہے۔ اُنھیں اُردو کے قدیم شعراء کے بے شمار اشعار زبانی یاد تھے اسی سبب اُن کے کلام پر قدیم شعراء کا رنگ غالب ہے اور شاعری میں قدماء کی تراکیب نئے روپ و انداز کے ساتھ ملتی ہیں۔ اُن کا فکری انداز سلجھا ہوا اور پختہ ہے۔ کلام میں سلاست کے ساتھ ساتھ لطافت، سادگی اور شرینی ملتی ہے۔ روزمرہ و محاورہ، تشبیہہ و استعارہ کا برمحل استعمال کرتے ہیں۔ اُن کا طرزِ اسلوب جداگانہ ہے۔ سارا کلام معائب سخن سے پاک اور محاسن سخن سے مالامال ہے۔ اُنھوں نے نعتیں، منقبت، نظمیں العرض تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی لیکن وہ غزل کے عاشق ہیں۔ اُنھوں نے آسان، سادہ، فصاحت و بلاغت سے بھرپور اور قواعد صرفی کے موافق شاعری تخلیق کی۔ غزل میں اُن کا اُسلوب رواں دواں ہے۔ نرم، شریں اور لطیف الفاظ استعمال کیے ہیں اور یہی اُن کی غزلوں کا سب سے بڑا وصف اور حُسن ہے۔

"شفیقؔ کی غزل کا حسن اس کی سادگی ہے۔ آسان، سریع الفہم اور سہل ممتنع۔ غزل جتنی سادہ ہوگی اتنی ہی موثر ہوگی۔ فکر و نظر کو اظہار کی سادگی مل جائے تو معمہ نہیں بنتی بلکہ از دل خیزد، بر دل ایزد قسم کی حقیقت بن جاتی ہے۔ یہی صفت شفیقؔ کی غزل میں نمایاں ہے۔"7

ہر فن مولا ایوب صابرؔ نہ صرف ایک ہمہ گیر ادیب ہیں بلکہ ایک اچھے شاعر بھی ہیں۔ اُنھوں نے اُردو اور پشتو دونوں زبانوں میں شاعری کی ہے۔ نثر میں طنز و مزاح کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی اِس کا سہارا لیتے ہیں اور ظرافت کو شائستگی کے ساتھ ساتھ مقصدیت کا مؤجب سمجھتے ہیں۔ اُنھوں نے سنجیدہ شاعری بھی کی ہے۔ اُنھوں نے شاعری کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے مگر اُن کا اصل میدانِ سخن غزل ہے جس میں وہ منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ ایوب صابرؔ ایک جذباتی اور حساس دل کے مالک ہیں جس کا اظہار اُنھوں نے جابجا اپنی شاعری میں کیا ہے۔ وہ قوم پرست ہیں مگر اپنے ملک سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور ملکی ابتلا سے چشم پوشی نہیں کرتے۔ اُنھوں نے بیسیوں نظمیں اِسی احساس اور حبّ الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر تخلیق کی ہیں جو ہمارے لیے سرمایہ افتخار ہے۔ وہ ادب برائے ادب کی بجائے ادب برائے زندگی کے قائل ہیں۔ بنیادی طور پر ترقی پسند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سے مزدوروں کی بُو آتی ہے اور گردوپیش کے حالات اور عوامی مشکلات کی عکاسی ملتی ہے۔ وہ پختون خوا کے اُن محدودے چند شعراء میں سے ہیں جن کا کلام ہر خاص و عام پڑھتا ہے کیونکہ اُن کی شاعری زندگی کے تمام رنگوں کی آئینہ دار ہے۔ اُن کے ہاں سوز و درد ہے اور

قوم کا نوحہ بھی، نشاط کی کیفیات ہیں اور کچھ کرنے کی جستجو بھی۔ فصاحت وبلاغت کے ساتھ ساتھ نازک خیالی بھی ہے۔ اثر آفرینی کے علاوہ بلند پروازی بھی ہے۔ اُنہوں نے صاف، برجستہ، رواں اور ڈھلے ہوئے اشعار کہے ہیں۔ وہ بجا طور پر محسنِ اُردو ہیں جن کی کاوشوں سے اِس زبان کے ادب نے خطّہ کوہاٹ میں فروغ پایا اور ترویج کے مراحل سے گذرتے ہوئے موجودہ صورت میں ہمارے سامنے آیا۔ محمد شفیع صابرؔ، میرزا ادیب کے حوالے سے اُن کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ایوب صابرؔ روشنیوں کی دنیا کا مسافر ہے۔اُس روشنی کی دنیا کا جس میں شمعدان نہیں، انسانی روحوں کے چراغ جلتے ہیں۔۔طوفانوں اور آندھیوں کے مسلسل حملوں میں اُس نے اپنی روح کا چراغ روشن رکھا۔"8

خطّہ کوہاٹ میں اُردو ادب کے حوالے سے طلعت نشاطؔ کا نام تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوفہ ایک اچھی افسانہ نگار ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعرہ بھی تھیں مگر زندگی نے وفا نہ کی اور نوجوانی ہی میں وفات پاگئیں۔ اُنہوں نے زیادہ تر غزلیں کہی ہیں۔ اُن کی شاعری میں کلاسیکی آہنگ کے ساتھ ساتھ دور جدید کا رنگ بھی ہے مگر اجتماع الضدین نہیں ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی بحروں میں عام الفاظ لے کر غزلیں تخلیق کرتی ہیں اور قدیم شعراء میں آتشؔ کے رنگِ تغزل سے متاثر دکھائی دیتی ہیں۔

بین الاقوامی شہرت کے حامل خطّہ کوہاٹ کا عظیم سپوتِ ادب احمد فرازؔ جدید دور کے صفِ اوّل کے شعراء میں شمار ہوتے ہیں جن کی شاعری ملکی سرحدات کو عبور کر کے بین الاقوامی سرحدوں کو چھو چکی ہے۔ اُن کے کلام کا کئی غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بنیادی طور پر وہ جمال پرست ہیں۔ فارسی کلاسیکل روایات کے ساتھ ساتھ اُن کی شاعری اور خصوصاً غزل میں میر تقی میرؔ کا شعور و آگہی اور تغزل کا رنگ پایا جاتا ہے۔ وہ مرزا غالبؔ کا فلسفیانہ رنگ، شعری وسعت و گہرائی، غور و فکر اور جدیدیت بھی لیے ہوئے ہیں۔ اِسی طرح اُن کی شاعری پر فارسی کے بے بدل شاعر بیدلؔ کا رنگ بھی چڑھا ہوا نظر آتا ہے جو غالبؔ کی رنگِ شاعری کے باعث اُن کے ہاں بھی آیا ہوا ہے۔ اُنہوں نے اپنی شاعری میں بھرپور طریق پر اپنے معاشرے کے مسائل، ناگفتہ بہ حالات اور یہاں کی افکار و خیالات کی ترجمانی کی ہے۔ اُنہوں نے تقریباً ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر غزل میں اُن کا مدِ مقابل کوئی نہیں۔ غزل جو ایک تہذیبی ذریعہ اظہار ہے اور اِس کا بنیادی مزاج یہ ہے کہ وہ جملہ موضوعات کو علامتی انداز اور اشارت میں بیان کرتی ہے۔ احمد فرازؔ غزل کی اِس بنیادی مزاج سے آگاہ ہیں اور اِس کو جمالیاتی سطح پر برتنے سے بھی واقف ہیں۔ نذیر تبسمؔ لکھتے ہیں:

"فرازؔ کی نوائے شاعرانہ صرف خلوصِ احساس اور جذبے ہی کی پروردہ نہیں ہے ان میں فکر کا عنصر بھی شامل ہے لیکن یہ فکری عنصر نغمگی

میں ڈھل کر آب و رنگ شعر سے مزیّن ہو کر سامنے آتا ہے اور انہیں لمحہ موجود کے بڑے غزل گو شعراء میں ممتاز کرتا ہے۔" 9

اُنہوں نے شاعری میں اپنے وقت کے سیاسی موضوعات، بے جا پابندیوں اور ناروا زیادتیوں کے خلاف موثر انداز میں احتجاج کیا ہے جس کے باعث اُنہیں جیل بھی جانا پڑا۔ اِس تناظر میں جب راقم اُن کی شاعری کو دیکھتا ہے تو اُن کا لہجہ کچھ تیز لگتا ہے اور اُن کا یہ شعری رویہ روایتی انداز کا نہیں لگتا مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اِس دور کے سب سے سچے اور منفرد اُسلوب کے مالک شاعر ہیں۔ احمد فرازؔ ترقی پسند شاعر ہیں اور معاشرتی عدل اور اقتصادی مساوات کے حق میں ہیں جس کے باعث اُن کی شاعری میں اشتراکیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اُن کی شاعری اگرچہ واضح انداز سے مقصدی ہے مگر اُن کے کلام میں رومانیت کا عنصر غالب ہے۔ وہ غمِ دوراں کے ساتھ ساتھ غمِ جاناں میں بھی مبتلا ہیں اور غزل میں رومانی رجحانات کی عکاسی ہی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ یہی رومانیت اُن کی ساری شاعری کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے۔ الغرض اُن کی شاعری نئے دور کی جاندار، متحرک، مقصدی اور حیات بخش شاعری ہے۔

قاضی دلاور شاہ جو ادبی دنیا میں فطرتؔ قریشی کے نام سے جانے جاتے ہیں، شعرائے کوہاٹ میں منفرد طرزِ اُسلوب کے مالک شاعر ہیں۔ وہ زندگی کے معاملات کو تخیلات کے پیمانے سے نہیں حقائق کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سنگلاخ زمین پر چلنے والے فطرتؔ صاحب سیاسی مزاج رکھتے ہیں جس کے باعث اُن کی شاعری میں سیاسی رنگ غالب ہے۔ وہ اگرچہ مروّجہ تعلیم سے بے بہرہ ہیں مگر اعلیٰ سوچ و فکر کے مالک ہیں اور اُردو زبان پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ اُن کا کلام ایک دردمند، باخبر، حساس اور منفرد دل و دماغ کا عکاس ہے اور اپنے اندر درد و کرب کے احساس کا ایک جہاں لیے ہوئے ہے۔ اُن کی شاعری میں جبر اور معاشرتی دکھ کا گہرا احساس پایا جاتا ہے۔ وہ اِس جبر اور کرب کو اپنی نظموں کا موضوع بناتے ہوئے خود بھی تڑپتے ہیں اور قاری کو بھی تڑپاتے ہیں۔ وہ جملہ اصنافِ سخن میں لکھتے ہیں مگر اُن کی غزلیں اُن کی انفرادیت اور رنگِ تغزل کی آئینہ دار ہیں جس کے باعث اُن کا یہ رنگ انفرادیت اختیار کر گیا ہے۔ اُن کی شاعری میں جو جذباتی گہرائی پائی جاتی ہے کوہاٹ کے کسی اور شاعر کے ہاں نہیں ملتی۔

"فطرتؔ قریشی کا شمار کوہاٹ کے اُن شعراء میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے شاعری میں اپنا منفرد ذائقہ شامل کیا۔ وہ عام شعراء کی طرح عشق و عاشقی کے معاملات میں نہیں اُلجھے۔ وہ زندگی کے سنگین حقائق کے شاعر ہیں۔" 10

اُنھوں نے زندگی کی ناکامیوں اور تلخیوں کی خوب عکاسی کی ہے اور اِن تند، تلخ اور المیہ حقائق کا برملا اظہار کیا ہے جو ایک طرح سے اُن کی ذات کا حصّہ رہے ہیں۔ فطرتؔ قریشی کی شاعری پڑھنے والوں کو اعلیٰ انسانی جذبات سے روشناس کراتی ہے اور اُن کے اخلاقی احساسات کو بیدار کرتی ہے۔

اباسین آرٹس کونسل سے ایوارڈ یافتہ اور بے پناہ صلاحیتوں کے مالک شجاعت علی راہیؔ خطّہ کوہاٹ کے اُردو زبان کے ادیب ہیں جو نہ صرف ایک اچّھے افسانہ نگار اور مضمون نگار ہیں بلکہ اعلیٰ پائے کے شاعر بھی ہیں۔ اُن کے کئی مجموعہ ہائے کلام منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ وہ اپنی شاعری میں علامت، تجرید اور امیجری کے اصطلاحات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں جس کے باعث اُن کے کلام میں بہت جدتیں پیدا ہوئی ہیں۔ علامت نگاری اور دیگر اصطلاحات کے باوصف ابن الوقت، ظالم و جابر لوگوں کے طرزِ عمل کو خاص طور پر ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ اُنھوں نے اگرچہ دیگر اصنافِ سخن میں بھی شاعری کی ہے مگر شعر گوئی کا آغاز غزل گو کے طور پر ہی کیا۔ چنانچہ اُن کے کلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو غزل کا سرمایۂ افتخار کہی جاسکتی ہیں۔ راہیؔ صاحب کے کلام کا ایک وصف رفعتِ تخیل بھی ہے۔ وہ اپنی زبردست قوتِ مشاہدہ کو اپنے تخیل کی رفعتوں سے آمیز کرکے اشعار تخلیق کرتے ہیں جن میں اُن کے تخیل کی پرواز، جذبات و احساسات، خیالات اور سوچوں کی بلندیوں کے رنگا رنگ نمونے ملتے ہیں۔ شاعری میں اُن کا لب و لہجہ انفرادیت کا حامل ہے اور اس میں ایک رچا ہوا ٹھہراو اور سلجھا ہوا دھیما پن پایا جاتا ہے۔ اس لب و لہجہ میں درد کی کسک تو ہے مگر درد کی چیخ سنائی نہیں دیتی۔ باالفاظ دیگر اُن کی شاعری ایک آہستہ خرام جوئے آب ہے جس میں موضوعات کے اعتبار سے بڑا تنوّع پایا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ رنگا رنگی اور جُداگانہ آہنگ بھی۔

قومی سطح پر شعری ادب میں ایک نام سورج نرائنؔ کا ہے جو کوہاٹ سے تعلق رکھتے ہیں اور سوفی صد شاعر ہیں۔ وہ اپنا الگ اُسلوبِ بیاں، ندرت خیال اور شناخت رکھتے ہیں۔ وہ دھیمے لہجے کے مالک روایتی شاعر ہیں جو نظم، غزل، آزاد نظم، بھوجن وغیرہ میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ وہ ہندو مذہب کے پیروکار ہیں مگر شاعری میں غضب کے مسلمان ہیں۔ نعت اور منقبت کے علاوہ دیگر مذہبی نظمیں مثالی تخلیق کرتے ہیں۔ اُنہیں تصّوف سے بھی لگاؤ ہے۔

اُن کی پہچان غزل ہے جن میں اُنھوں نے نہ صرف جمالیات بلکہ جذباتِ فطرت کی بھی عکاسی کی ہے۔ اُن کی غزلیں کیف و سرمستی کا نمونہ ہیں۔

"سورج نرائن نے اپنی غزل کو حالات حاضرہ کا ترجمان بنا دیا ہے۔جمالیاتی احساس کے علاوہ غلامی کے عناصر اور معاشرتی نظام کی ابتری پر وہ صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔اُنھیں طبقاتی تضادات سے چڑ ہے۔اپنی تہذیب،اپنے لوگ اور اُن کے سارے رنگوں سے وہ محبت کرتے ہیں۔"11

پیار و محبت کے واقعات و حادثات کی تفصیل اور حُسن کی کرشمہ سازیوں کی داستانیں انتہائی خوبی سے اُن کے کلام میں جگہ پاتی ہیں۔اِس کے ساتھ ساتھ اُن کا رنگِ تغزّل سوزوگداز کا بھی حامل ہے جو دل کی گداختگی اور شکستِ آرزو کے بعد پیدا ہوتا ہے اور غزل کو غزل کا روپ دیتا ہے۔اگرچہ اُن کی غزلیات کے الفاظ کا در وبست اور تراکیب کی بندش لطف کا باعث بنتی ہے مگر راقم کو اُن کی غزلوں میں روانی، شگفتگی اور نرمی کی جگہ شدت کا احساس ہوتا ہے۔شاید زمانے کے سرد و گرم اور اپنے اندر کے کرب کے اظہار کے لیے اُنھوں نے اِسی وصف کو وسیلہ ڈھونڈا ہوا ہے۔

سورج نرائن ایک قادرالکلام شاعر ہیں اور اُنھیں زبان و بیان پر بے پناہ قدرت حاصل ہے۔اِسی لیے اُن کی شاعری میں انفرادیت ہے۔وہ الفاظ کی تراکیب کو پوری سلیقہ مندی سے استعمال کرنے کا فن بھی جانتے ہیں۔اُنھوں نے بیسیویں شعری مجموعے اُردو ادب کو دیے ہیں جس کے سبب وہ ملکی سطح پر ایک قد آور شاعر کے روپ میں نمودار ہوئے ہیں۔اُنھوں نے خطّہ کوہاٹ میں اُردو ادب کی شعری خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا ہے اور اپنی شاعری کے ذریعے اِس علاقے کو ایک ادبی پہچان دی ہے۔ سچے جذبوں کے شاعر اسلم فیضیؔ کو اللہ تعالیٰ نے شاعری کے حوالے سے اعلیٰ صلاحیتوں سے سرفراز کیا ہے۔وہ غزل کے علاوہ نظم، آزاد نظم اور معرّا نظم، نعت وغیرہ میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔اُردو شاعری میں جاپانی ادب سے ماخوذ " ہائیکو" بھی خوبصورت انداز سے تخلیق کرتے ہیں۔اُنھوں نے اپنے احساسات اور جذبات کو ایک نئے پیرائے اور اُسلوب میں موزوں الفاظ میں بیان کیا ہے۔وہ ماہرِ تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ خطّہ کوہاٹ کے اُردو شعری خدمات کے حوالے سے بھی ایک معتبر نام ہیں۔ کوہاٹ کی ادبی دنیا میں "لالا" کے نام سے یاد کیے جانے والے سعد اللہ خان ہر فنِ مولا قسم کی شخصیت ہیں جو نہ صرف نثر لکھتے ہیں بلکہ شاعری بھی کرتے ہیں اور اپنی تخلیقی قوّتوں کے بل پر گلدستہ شاعری میں نظم، غزل اور ہائیکو کے پھول سجا رہے ہیں۔

"وہ شعر کہنے کا ہنر جانتے ہیں۔ابلاغ کے قائل ہیں لہذا اپنے کلام کو بوجھل تراکیب نامانوس الفاظ و محاورات اور مشکل تشبیہات سے بچا بچا کر رکھتے ہیں۔"12

اُن کا ذوق صاف ستھرا مگر شدید ہے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ پشتو میں بھی نظم و نثر لکھتے ہیں اور مقامی طور پر دونوں زبانوں کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جدید اُردو شعری ادب میں روایت سے انحراف اور نئے تجربات کرنے والے شعراء میں ایک نام انجمؔ یوسفزئی کا ہے جو اپنی جمالیاتی ذوق کے تناظر میں جدید اُردو شاعری کے کینوس کو پھیلانے میں مصروف ہیں۔ اُن کی غزل اور نظم دونوں عہدِ جدید کی شاعری کی خصوصیات سے مالا مال ہیں اور مروّجہ معیار پر پورا اُترتی ہیں۔ وہ شاعری میں حقیقت پسندانہ رویّوں کے آمین ہیں اور ایسے جذبوں کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں تخیّلات، جذبات اور افکار باہم یکجا ہیں اور اُن میں کوئی کشمکش نہیں ہے۔

ترقی پسند خیالات اور جدید غزل کے حوالے سے متعارف خیال رومانیؔ کا اُسلوب اپنے ہم عصر شعراء سے جُدا اور منفرد انداز کا ہے جو اپنی غزل میں وارداتِ قلبی اور حقائق کو بدیع اور نادر اُسلوب میں بیان کرتے ہیں اور غمِ روزگار کو غمِ عشق کے ساتھ پالتے ہیں۔ اُن کی غزلوں میں رمز و ایماء اور تغزل پوری شان کے ساتھ موجود ہے۔

"ینگ رائٹرز ایکویٹی" کے بانی اور تاحیات صدر محمد جان عاطفؔ اگرچہ بسیار گو شاعر ہیں لیکن اُنہوں نے جو کچھ تخلیق کیا ہے اُس میں انفرادیت کے ساتھ ساتھ اپنے معیار کو بھی قائم رکھا ہے۔ وہ بدیہہ گو ہیں۔ حالات اور ماحول کے تناظر میں بہت خوبصورت اشعار موزوں کرتے ہیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ وہ جذبۂ عشقِ رسولؐ سے بھی سرشار ہیں۔ دینِ اسلام سے سچی محبت کرتے ہیں۔ اُن کا نعتیہ مجموعۂ کلام "نورِ حرا" اباسین آرٹس کونسل کی جانب سے ایوارڈ یافتہ بھی ہے۔ مزید بر آں اُن کے کلام میں بلند آہنگی کے علاوہ دھوم دھام اور جوش و خروش کی کیفیات ملتی ہیں۔

اُردو کے جدید شعراء میں ایک نام ڈاکٹر یونس ندیمؔ کا ہے جو پیشے کے لحاظ سے تو ڈاکٹر ہیں مگر شعری خدمات کے حوالے سے بھی الگ پہچان رکھتے ہیں۔ "آئینے ترستے ہیں" اُن کا شعری مجموعہ ہے۔ وہ غزل کے علاوہ نظم، معرّا اور آزاد نظم میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ شاعری میں داخلی جذبات کے علاوہ قنوطیّت کے بھی شکار ہیں۔ حزن و ملال اور عشق میں ناکامی کے مضامین کو موثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ وہ حسن پرست ہیں اور ترقی پسند بھی۔ یوں غمِ جاناں سے ہوتے ہوئے غمِ دوراں تک پہنچتے ہیں۔ سجاد احمد حیدرؔ، ڈاکٹر اسلم فرحی کے حوالے سے ڈاکٹر یونس ندیمؔ کی شاعری پر یوں رقم طراز ہیں۔

"نوجوان ہونے کے باوجود یونس ندیم ہجر کے موسموں کا شاعر ہے۔ اُس کی شاعری کی عمومی فضا ہجر کے موسموں کی فضا ہے۔ نظموں اور غزلوں دونوں میں

یہ کیفیت نمایاں ہے لیکن اس کے باوجود یونس ندیم کے لہجہ میں کسی قسم کی تلخی کا احساس نہیں ہوتا۔"13

ڈاکٹر صاحب نے ابتدا غزل سے کی اور اُس میں رومانی رجحانات کی عکاسی کو اپنا شعار بنایا لیکن اُن کی اسی رومانیت کی تان مایوسی اور نااُمیدی پر آکر ٹوٹتی ہے۔ اُن کی شاعری کا لب ولہجہ دھیما ہے اور یہ دھیماپن اُن کے مزاج سے ہم آہنگ ہونے کے باعث اُن کی شاعری میں اثر، دل سوزی اور تاثیر پیدا کرتا ہے۔

اعلیٰ ادبی صفات کے مالک محبت خان بنگشؔ نے آغاز طنزیہ اور مزاحیہ شاعری سے کیا تھا لیکن بعد میں سنجیدہ شاعری کی جانب رجوع کیا اور خوبصورت کلام تخلیق کیا۔ وہ مذہبی شاعر کے طور پر بھی متعارف ہیں۔ "اشکِ رواں" "حدیثِ وطن" "زخمِ خزاں" "اور" ضوفشاں" اُن کے شائع کردہ مجموعہ ہائے کلام ہیں۔ وہ جداگانہ مقام اور انفرادی اُسلوبِ بیاں رکھتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بحروں میں غزلیں لکھتے ہیں۔ کلام میں صفائی کے ساتھ ساتھ سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ زبان پر مکمل عبور رکھتے ہیں جس کے باعث اُن کے اشعار میں شگفتگی کے ساتھ چاشنی بھی پائی جاتی ہے۔ اُن کی شاعری میں اگرچہ رومانیت ہے لیکن ساتھ ساتھ واقعیت نگاری بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ لفظوں کے ماہر ہیں اور اپنے کلام میں اِس وصف سے پورا پورا فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

نئی نسل کے نمائندہ شاعر شاہد زمان شاہدؔ جدیدتیت کی روایت کو اپنائے ہوئے ہیں اور اِس قافلے کے ایسے سالار ہیں جو تازہ دم اور پُرعزم ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بحروں سے مزّین اُن کی شاعری بڑی مترنّم اور موسیقیت سے بھرپور ہے۔ نرم اور ملائم الفاظ اور الفاظ کے تکرار سے اپنی نظموں اور غزلوں میں ایسی فضا پیدا کرتے ہیں کہ اس کے غنائی اثر سے ایک وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔ "اُنہوں نے علامتی اور استعاراتی چکروں میں پڑنے اور دور از کار کی کوڑی لانے کے برعکس سیدھے سبھاؤ اپنی بات منوانے کو اولیت دی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اُن کے شعر دل میں اترنے کی صلاحیت سے مالامال ہیں۔"14

وہ نظم کے علاوہ غزل اور ہائیکو بھی کہتے ہیں۔

اُردو ادب میں سید معصوم شاہ ثاقبؔ کی پہچان مختصر افسانہ نگار کے حوالے سے ہے مگر وہ ہلکے پھلکے انداز کی شاعری بھی کرتے ہیں۔ وہ ظلم، جنگ اور استحصال کے خلاف ہیں۔ دنیا کو امن و آشتی اور عدل و انصاف کا گہوارا بنانا چاہتے ہیں۔ اُن کا پیغام محبت ہے جس کے باعث اُن کی شاعری میں جذباتی گہرائی پائی جاتی ہے۔

حسن و جمال کے شاعر طاہر مسعود قریشی نے اپنی زبردست قوت مشاہدہ کو بروئے کار لا کر اپنے تخیّل کی ترجمانی محبت کی زبان میں کی ہے۔ اُن کی یہ زبان اور لب و لہجہ جوشؔ ملیح آبادی کی طرح باغیانہ اور بلند آہنگ نہیں ہے۔ وہ جذبات اور ہیجان کے بھی قائل نہیں ہیں۔ خاموش زبان میں حسنِ کائنات اور حسنِ انسان کے گیت گاتے ہیں جس کے باعث اُن کی شاعری بڑی دلکش اور حسین ہے۔ خطۂ کوہاٹ میں شعری خدمات کے حوالے سے اِن متذکرہ تخلیق کاروں نے مقدور بھر کوششیں کیں اور اُردو زبان و ادب کی ترویج و فروغ کا سفر جاری رہا۔ میاں ایس ڈی سوزؔ، پیرزادہ مشکور احمد مشکورؔ، عبدالعزیز خان عزیزؔ، تقی ہاشمی، خورشید انجمؔ، عبدالغفور سوزؔ، خان محمد شیریؔ، مسعود خلیلؔ، اقبال فناؔ، لطیف پریشانؔ، ڈاکٹر عبدالستار جوہرؔ، اخترؔ عباسی، حسرتؔ کوہاٹی، انور پراچہ اور جنید آذرؔ جیسے شعراء نے بھی اُردو شعری ادب کے ارتقاء میں بھرپور کردار ادا کیا۔

حوالہ جات

۱۰ گوہر رحمان نویدؔ صوبہ سرحد میں اُردو ادب یونی ورسٹی پبلشرز، پشاور ۲۰۱۰ء ص ۰۱

۰۲۔ احمد پراچہ تاریخِ کوہاٹ بک سنٹر، حیدر روڈ، راولپنڈی، ۱۹۹۷ء ص ۲۱۲

۰۳۔ سجاد احمد حیدرؔ کوہاٹ کی علمی و ادبی خدمات مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۲۰۱۲ء ص ۱۲۸

۰۴۔ احمد پراچہ کوہاٹ کا ذہنی ارتقا مکتبہ مستجاب پراچہ، کوہاٹ ۱۹۸۴ء ص ۱۳۳

۰۵۔ گوہر رحمان نویدؔ صوبہ سرحد میں اُردو ادب یونی ورسٹی پبلشرز، پشاور ۲۰۱۰ء ص ۰۸

۰۶۔ فارغ بخاری عزیز اختر کی شاعری، مشمولہ یادِ رفتگاں، ادارہ علم و ادب، کوہاٹ ۱۹۹۳ء ص ۲۶۸

۰۷۔ رضا ہمدانی "عطوف شفیقؔ کا قتل ادبیاتِ سرحد کا بہت بڑا نقصان ہے"

مشمولہ، یادِ رفتگاں، ادارہ علم و ادب، کوہاٹ ۱۹۹۳ء ص ۴۰۹

۰۸۔ محمد شفیع صابرؔ شخصیاتِ سرحد یونی ورسٹی بک ایجنسی، پشاور ۹۱۔۱۹۹۰ء ص ۱۰۵۱

۰۹۔ نذیر تبسم "فراز کی شاعری میں فکر و معانی کی بازیافت" مشمولہ "خیابان" شعبۂ اُردو، جامعہ پشاور ششماہی ۲۰۰۶ء ص ۲۶۸

۱۰۔ احمد پراچہ کوہاٹ کا ذہنی ارتقا مکتبہ مستجاب پراچہ، کوہاٹ ۱۹۸۴ء ص ۱۵۳

۱۱۔ گوہر رحمان نویدؔ صوبہ سرحد میں اُردو ادب یونی ورسٹی پبلشرز، پشاور ۲۰۱۰ء ص ۴۵

۱۲۔ سجاد احمد حیدرؔ کوہاٹ کی علمی و ادبی خدمات مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۲۰۱۲ء ص ۲۱۶

۱۳۔ سجاد احمد حیدرؔ کوہاٹ کی علمی و ادبی خدمات مقتدرہ قومی زبان، پاکستان ۲۰۱۲ء ص ۲۴۴

۱۴۔ گوہر رحمان نویدؔ صوبہ سرحد میں اُردو ادب یونی ورسٹی پبلشرز، پشاور ۲۰۱۰ء ص ۷۷